https://farid.ps/articles/israel_does_not_have_a_right_to_exist/ur.html

اسرائیل کو وجود کا کوئی حق نہیں

اسرائیل کا ایک ریاست کے طور پر قیام اور 1949 میں اقوام متحدہ میں اس کی شمولیت امن، بین الاقوامی ذمہ داریوں کی پاسداری، اور انصاف اور خود مختاری کے اصولوں کے احترام کے وعدوں پر مبنی تھی۔ تاہم، سات دہائیوں سے زائد عرصے سے، اسرائیل نے منظم طریقے سے بدنیتی سے کام کیا، اقوام متحدہ کے رکن کے طور پر اپنی قانونی حیثیت کو کمزور کیا، بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی کی، یہودی اخلاقی احکامات کو نظر انداز کیا، اور ایسی کارروائیاں کیں جو نسل کشی کی قانونی تعریف کے مطابق ہیں۔ یہ مضمون استدلال کرتا ہے کہ اسرائیل کی مسلسل نافرمانی، سزا سے استثنیٰ، اور ایک یہودی ریاست کے طور پر اس کی غلط نمائندگی نہ صرف اس کی اخلاقی اور قانونی حیثیت کو باطل کرتی ہے، بلکہ دنیا بھر کے یہودیوں کو مظالم سے جوڑ کر خطرے میں ڈالتی ہے۔ مزید برآں، یہ فلسطینی عوام کے ناقابل تنسیخ حقِ مزاحمت اور خود مختاری کی تصدیق کرتا ہے، جبکہ یہ استدلال کرتا ہے کہ اسرائیل، ایک ریاست کے طور پر، وجود کا کوئی موروثی حق نہیں رکھتا، یہ ایک استحقاق ہے جو افراد کے لیے مختص ہے، نہ کہ سیاسی اداروں کے لیے۔

اقوام متحدہ میں بدنیتی پر مبنی شمولیت

جب اسرائیل نے 1948 میں اقوام متحدہ کی رکنیت کے لیے درخواست دی، تو اس نے اقوام متحدہ کے چارٹر کے آرٹیکل 4 کے تحت یہ کیا، جو تقاضا کرتا ہے کہ ارکان "امن پسند ریاستیں" ہوں جو چارٹر کے تحت اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے قابل ہوں۔ مباحثوں کے دوران، اسرائیل کے نمائندے، ابا ایبان نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی قرارداد 181 (1947)، جس میں فلسطین کو یہودی اور عرب ریاستوں میں تقسیم کرنے کا خاکہ پیش کیا گیا تھا، اور قرارداد 194 (1948)، جس میں فلسطینی پناہ گزینوں کی واپسی یا معاوضے کا مینڈیٹ دیا گیا تھا، کی تعمیل کے لیے واضح یقین دہانیاں دیں۔ ایبان نے اعلان کیا: "اسرائیل اقوام متحدہ کے اداروں اور ایجنسیوں کے ساتھ قرارداد 194 کے نفاذ میں تعاون کے لیے تیار ہے" (اقوام متحدہ کا ایڈہاک پولیٹیکل کمیٹی، 47ویں اجلاس، صفحہ 282)۔ یہ یقین دہانیاں 11 مئی 1949 کو قرارداد 273 (III) کے ذریعے دو تہائی اکثریت حاصل کرنے کے لیے اہم تھیں۔

تاہم، 1949 سے اسرائیل کے اقدامات ایک منصوبہ بند بدنیتی کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس نے نہ تو تقسیم کے منصوبے کے ہم آہنگی کے وژن کا احترام کیا اور نہ ہی فلسطینی پناہ گزینوں کی واپسی کی سہولت دی۔ اس کے بجائے، اسرائیل نے علاقائی توسیع، نسلی جابجایی، اور منظم جبر کی پالیسی پر عمل کیا، جس سے اس کے ابتدائی وعدے خالی ہو گئے۔ عام قانون میں، ایک معاہدہ جو جھوٹے بہانوں کے تحت کیا گیا ہو یا بدنیتی سے توڑا گیا ہو، منسوخ کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح، اسرائیل کی اقوام متحدہ کی رکنیت کے تحت اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں ناکامی—خاص طور پر قرارداد 181 اور 194 کے خلاف اس کی سرکشی—اس کی رکنیت کو باطل کرنے کے طور پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ ویانا کنونشن برائے قانون معاہدات (آرٹیکل 26) میں کہا گیا ہے: "ہر معاہدہ جو نافذ ہے، اس کے فریقین کے لیے پابند ہے اور اسے ان کے ذریعے نیک نیتی سے نافذ کیا جانا چاہیے۔"
اسرائیل کی مسلسل خلاف ورزیاں اس اصول کی خلاف ورزی کی نشاندہی کرتی ہیں، جو اس کے اقوام متحدہ کے رکن کے طور پر قانونی حیثیت کو کمزور کرتی ہیں۔

اقوام متحدہ کی قراردادوں اور ICJ کے فیصلوں کی عدم تعمیل

اسرائیل کا اقوام متحدہ کی قراردادوں اور بین الاقوامی عدالت انصاف (ICJ) کے فیصلوں کے لیے تحقیر اس کی بدنیتی کا ایک بنیادی ستون ہے۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے اسرائیل کے اقدامات کی مذمت کرنے والی متعدد قراردادیں منظور کیں، جن میں قرارداد 194 شامل ہے، جو اب تک نافذ نہیں ہوئی، جس سے 70 لاکھ سے زائد فلسطینی پناہ گزین اپنے حقِ واپسی سے محروم ہیں۔ حال ہی میں، جنرل اسمبلی کی قرارداد 77/247 (2022) نے ICJ سے اسرائیل کے قبضے کے بارے میں ایک مشاورتی رائے طلب کی، جس کے نتیجے میں ICJ کا 19 جولائی 2024 کا فیصلہ آیا، جس نے اسرائیل کے مغربی کنارے، مشرقی یروشلم، اور غزہ پر قبضے کو غیر قانونی قرار دیا۔ ICJ نے اسرائیل کو حکم دیا کہ وہ: - اپنا قبضہ "جتنی جلدی ممکن ہو" ختم کرے۔ - تمام نئی بستیوں کی سرگرمیاں بند کرے۔ - بستیوں سے لوگوں کو نکالے۔ - معاوضہ فراہم کرے (ICJ کا مشاورتی فیصلہ، 2024)۔

تاہم، اسرائیل نے ان احکامات کی بے شرمی سے نافرمانی کی۔ بستیوں کی توسیع بلا روک ٹوک جاری ہے، 2023 تک مغربی لنارے میں 465,000 اور مشرقی یروشلم میں 230,000 آبادکار موجود ہیں، اور کوئی انخلاء نہیں ہوا۔ ICJ کے جنوری 2024 کے عبوری اقدامات، جو جنوبی افریقہ کے نسل کشی کے مقدمے کے جواب میں جاری کیے گئے، نے اسرائیل سے مطالبہ کیا کہ وہ نسل کشی کے اعمال کو روکے اور غزہ میں انسانی امداد تک رسائی کو یقینی بنائے۔ تاہم، ایمنسٹی انٹرنیشنل نے 26 فروری 2024 لو رپورٹ کیا کہ اسرائیل "کم از کم اقدامات اٹھانے میں ناکام رہا ہے"، امداد کو روک کر اور قحط کو بڑھاوا دے رہا ہے (ایمنسٹی

انٹرنیشنل، 2024)۔ اقوام متحدہ نے 20 مئی 2025 کو خبردار کیا کہ اسرائیل کی ناکہ بندی کی وجہ سے 14,000 بچوں کو فوری طور پر بھوک سے موت کا خطرہ ہے (دی گارڈین، 2025)۔

اسرائیل کا ان فیصلوں کو "غیرپابند" یا سیاسی طور پر محرک قرار دے کر مسترد کرنا بین الاقوامی قانون کی جان بوجھ کر بے توقیری کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ سرکشی اقوام متحدہ کی قراردادوں کے لیے اس کی حقارت کی عکاسی کرتی ہے، جیسے کہ فائربندی کے مطالبات، جنہیں اسرائیل نے نظر انداز کیا، اور فوجی کارروائیاں جاری رکھیں جنہوں نے اکتوبر 2024 تک 42,000 سے زائد فلسطینیوں کو ہلاک کیا، جن میں 13,300 بچے شامل ہیں (ایمنسٹی انٹرنیشنل، 2024)۔

تقسیم کے منصوبے اور دو ریاستی حل کی تخریب کاری

اسرائیل کے اقدامات نے قرارداد 181 میں بیان کردہ تقسیم کے منصوبے اور دو ریاستی حل کو منظم طریقے سے نقصان پہنچایا۔ 1947 کے منصوبے نے مینڈیٹ فلسطین کا 56% یہودی ریاست اور 43% عرب ریاست کے لیے مختص کیا تھا، جبکہ یروشلم بین الاقوامی کنٹرول کے تحت تھا۔ تاہم، 1948 میں اسرائیل کے قیام کے بعد ناکبہ ہوئی، جس میں 750,000 فلسطینیوں کی نسلی صفائی کی گئی، اور فلسطین کا 78% حصہ قبضے میں لیا گیا، جو مختص کردہ علاقے سے کہیں زیادہ تھا۔ یہ توسیع پسندانہ پالیسی 1967 میں مغربی کنارے، مشرقی یروشلم، اور غزہ کے قبضے کے ساتھ جاری رہی، جن سے اسرائیل نے کبھی دستبرداری نہیں کی۔

اوسلو معاہدوں (1993–1995)، جو دو ریاستی حل کی راہ ہموار کرنے کے لیے بنائے گئے تھے، کو اسرائیل کی بلا روک ٹوک بستیوں کی تعمیر نے کمزور کیا، جس نے فلسطینی علاقے کو تقسیم کر دیا اور ایک قابل عمل فلسطینی ریاست کو ناممکن بنا دیا۔ 2024 تک، ICJ نے نوٹ کیا کہ اسرائیل کا بستیوں کا نظام ایک عملی الحاق کی تشکیل دیتا ہے، جو زبردستی علاقہ حاصل کرنے کی ممانعت کی خلاف ورزی کرتا ہے (ICJ کا مشاورتی فیصلہ، 2024)۔ اسرائیل کی امن عمل کی تخریب کاری، 2007 سے غزہ کی ناکہ بندی کے ساتھ، ایک فلسطینی ریاست کے قیام کو روکنے کے واضح ارادے کو ظاہر کرتی ہے، جو اقوام متحدہ کے ہم آہنگی کے وژن کے منافی ہے۔

بین الاقوامی قانون اور یہودی احکامات کی خلاف ورزیاں

غزہ اور مقبوضہ فلسطینی علاقوں میں اسرائیل کے اقدامات بین الاقوامی قانون اور یہودی اخلاقی احکامات کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرتے ہیں، جس سے اس کا ایک یہودی ریاست ہونے کا دعویٰ دھوکہ دیتا ہے۔

بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزیاں

اسرائیل کا رویہ 1948 کے نسل کشی کنونشن اور روم اسٹیٹ کے آرٹیکل 6 کے تحت نسل کشی کی تعریف کے مطابق ہے، جو نسل کشی کو ایسی کارروائیوں کے طور پر بیان کرتا ہے جو کسی قومی، نسلی، یا مذہبی گروہ کو مکمل یا جزوی طور پر تباہ کرنے کے ارادے سے کی جاتی ہیں۔ مخصوص خلاف ورزیوں میں شامل ہیں: - **گروہ کے ارکان کا قتل**: اکتوبر 2023 سے 42,000 سے زائد فلسطینی، جن میں 14,500 بچے شامل ہیں، ہلاک ہو چکے ہیں، بلا امتیاز حملوں کے ساتھ جو ہیومن رائٹس واچ نے دستاویزی شکل دی (ہیومن رائٹس واچ، 2024)۔ - **شدید جسمانی یا ذہنی نقصان پہنچانا**: ناکہ بندی نے غذائیت کی کمی کا باعث بنی، جس سے 60,000 حاملہ خواتین کو اسقاط حمل کا بڑھتا ہوا خطرہ لاحق ہے (ہیومن رائٹس واچ، 2024)۔ - **گروہ کی تباہی کے لیے حالات مسلط کرنا**: ناکہ بندی، جسے اقوام متحدہ نے "تباہ کن بھوک" کا باعث قرار دیا، 14,000 بچوں کو بھوک سے موت کے خطرے سے دوچار کرتی ہے (دی گارڈین، 2025)۔ - **نسل کشی کی ترغیب**: وزیر دفاع یوآو گالانٹ کا بیان کہ "ہم انسانی جانوروں سے لڑ رہے ہیں" اور وزیر اعظم بنجامن نیتن یاہو کا "عمالق" کا حوالہ نسل کشی کے ارادے کی نشاندہی کرتا ہے (ایمنسٹی انٹرنیشنل، 2024)۔

یہ اقدامات بین الاقوامی انسانی قانون (IHL) کی بھی خلاف ورزی کرتے ہیں، جن میں چوتھے جنیوا کنونشن کے تحت اجتماعی سزا کا منع شامل ہے، اور جنگی جرائم اور انسانیت کے خلاف جرائم کی تشکیل دیتے ہیں، جیسا کہ اقوام متحدہ کے خصوصی کمیٹی نے نوٹ کیا (OHCHR، 2024)۔

یہودی احکامات کی خلاف ورزیاں

اسرائیل کے اقدامات یہودیت کے اخلاقی جوہر کے منافی ہیں، جو تورات، تلمود، اور ہالاخا میں جڑیں رکھتے ہیں: - **زندگی کی تقدیس (پکوآخ نفس)**: تورات کا حکم "زندگی کا انتخاب کرو" (استثنا 30:19) انسانی زندگی کے تحفظ کو ترجیح دیتا ہے۔ اسرائیل کی ناکہ بندی، جو بھوک کا باعث بنتی ہے، اس اصول کی خلاف ورزی کرتی ہے۔ - **تباہی کا منع (بال تشخیت)**: استثنا 20:19-20 جنگ کے دوران پھل دار درختوں کی تباہی کی ممانعت کرتا ہے، جسے غیر ضروری تباہی کے وسیع تر منع کے طور پر تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسرائیل کی غزہ کی بنیادی ڈھانچے کی تباہی اس کی خلاف ورزی کرتی ہے۔ - **دشمنوں کے لیے رحم**: نخمانیدس نے سکھایا، "ہمیں اپنے دشمن کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا سیکھنا چاہیے" (My Jewish Learning)۔ غیر انسانی بیانات اور اجتماعی سزا اس اخلاقیات کے منافی ہیں۔ - **غیر جنگجوؤں کا تحفظ**: تلمود حکم دیتا ہے کہ محاصرے کے دوران ایک طرف کھلی

رکھی جائے تاکہ شہری فرار ہو سکیں (گیٹن 45ب)۔ اسرائیل کی غزہ کی ناکہ بندی، جو شہریوں کو پھنساتی ہے، اس کی خلاف ورزی کرتی ہے۔

یہودی اسکالرز جیسے ربی شیرون بروس اور تنظیمیں جیسے Jewish Voice for Peace نے اسرائیل کے اقدامات کی مذمت کی کہ وہ یہودی اقدار کے منافی ہیں، استدلال کرتے ہوئے کہ وہ انصاف کے نبوی وژن سے غداری کرتے ہیں (IKAR، 2023)۔

فلسطینیوں کا مزاحمت کا حق اور اسرائیل کا خود دفاعی حق کا فقدان

بین الاقوامی قانون واضح طور پر مقبوضہ عوام کو مزاحمت کا حق دیتا ہے، بشمول مسلح ذرائع کے ذریعے، جو ان کے خود مختاری کے حق کا حصہ ہے۔ افریقی چارٹر برائے انسانی اور عوامی حقوق اور اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی قرارداد 45/130 اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ مقبوضہ عوام "تمام دستیاب ذرائع" استعمال کر سکتے ہیں تاکہ آزادی حاصل کر سکیں، بشرطیکہ وہ IHL کی پابندی کریں، جو شہریوں پر حملوں کی ممانعت کرتا ہے (مزاحمت کا حق، وکی پیڈیا)۔ فلسطینی، جو 1967 سے اسرائیل کے قبضے کے تحت ہیں، اس حق کے حامل ہیں، لیکن اسرائیل ان کی مزاحمت کو دہشت گردی کے طور پر لیبل کرتا ہے، ان کے قانونی تحفظات سے انکار کرتا ہے۔

اس کے برعکس، اسرائیل جیسے مقبوضہ طاقت کو اس عوام کے خلاف خود دفاعی دعویٰ کرنے کا کوئی حق نہیں جو اس نے مقبوضہ رکھا ہے۔ چوتھا جنیوا کنونشن مقبوضہ طاقتوں کو شہریوں کی حفاظت کے لیے پابند کرتا ہے، نہ کہ انہیں فوجی قوت کے تابع کرنے کے لیے۔ آرٹیکل 59(1) انسانی امداد کی سہولت کا مینڈیٹ دیتا ہے، لیکن اسرائیل کی ناکہ بندی اور فوجی کارروائیاں اس کی خلاف ورزی کرتی ہیں، جو جنگی جرائم کی تشکیل دیتی ہیں (AdHaque110، ایکس پوسٹ، 2025)۔ جیسا کہ قانونی اسکالر فیصل کٹی نے کہا، "بین الاقوامی قانون کے تحت، اسرائیل کو مقبوضہ عوام کے خلاف خود دفاع کا کوئی حق نہیں" (faisalkutty، ایکس پوسٹ، 2024)۔

نسل کشی اور دہائیوں کی سزا سے استثنیٰ

غزہ میں اسرائیل کے اقدامات نسل کشی کنونشن کے تحت نسل کشی کی تعریف کے مطابق ہیں، جو دہائیوں کی سزا سے استثنیٰ کا نتیجہ ہے۔ اقوام متحدہ کے خصوصی کمیٹی نے نومبر 2024 میں نوٹ کیا کہ اسرائیل کے جنگی طریقے، جن میں بھوک شامل ہے، "نسل کشی کے مطابق ہیں" (OHCHR، 2024)۔ یہ استثنیٰ مسلسل بین الاقوامی غیر عملداری سے نکلتی ہے، خاص طور پر

سیکورٹی کونسل میں امریکی ویٹو سے، جس نے اسرائیل کو جوابدہی سے بچایا ہے۔ ICJ کے فیصلوں اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کو نافذ کرنے میں ناکامی نے اسرائیل کی خلاف ورزیوں کو حوصلہ دیا، جو اس میں عروج پر پہنچا جسے راز سیگل "نسل کشی کا ایک کلاسیکی کیس" کہتے ہیں (Jewish Currents، 2023)۔

فلسطینیوں کا خود مختاری کا حق بمقابلہ اسرائیل کا وجود کا حق کا فقدان

فلسطینی عوام کو خود مختاری کا ناقابل تنسیخ حق حاصل ہے، جو اقوام متحدہ کے چارٹر کے آرٹیکل 1 میں شامل ہے اور متعدد اقوام متحدہ کی قراردادوں سے تصدیق شدہ ہے۔ اس حق میں ایک خود مختار ریاست کا قیام شامل ہے، جو قبضے اور جبر سے آزاد ہو۔ اس کے برعکس، اسرائیل جیسے ممالک کو بین الاقوامی قانون کے تحت "وجود کا حق" حاصل نہیں؛ یہ ایک استحقاق ہے جو افراد کے لیے مختص ہے، جن کا زندگی کا حق انسانی حقوق کے قانون کے تحت محفوظ ہے۔ جیسا کہ اسکالر جان کوئگلی استدلال کرتے ہیں، "بین الاقوامی قانون میں کوئی ریاست کو وجود کا حق حاصل نہیں؛ ریاستیں تسلیم اور فعالیت کے ذریعے وجود رکھتی ہیں، نہ کہ موروثی حق کے ذریعے" (Quigley، 2006)۔ اسرائیل کا ایک مقبوضہ طاقت کے طور پر وجود کا دعویٰ، جو فلسطینیوں کی جائیداد لی چھیننے پر بنی ہے، فلسطینیوں کے خود مختاری کے حق کے مقابلے میں اخلاقی یا قانونی بنیاد سے محروم ہے۔

اسرائیل کی ایک یہودی ریاست کے طور پر غلط نمائندگی

اسرائیل کا ایک یہودی ریاست ہونے کا دعویٰ ایک سنگین غلط بیانی ہے جو یہودیوں کو بدنام کرتی ہے اور انہیں عالمی سطح پر خطرے میں ڈالتی ہے۔ یہودیت کو مظالم، جنگی جرائم، اور نسل کشی سے جوڑ کر، اسرائیل مذہب کے اخلاقی بنیادی ڈھانچے کو مسخ کرتا ہے۔ تورات کا حکم، "تم کسی اجنبی پر ظلم نہ کرو، کیونکہ تم خود مصر کی سرزمین میں اجنبی تھے" (خروج 22:21)، اسرائیل کی جابجایی اور جبر کی پالیسیوں کے منافی ہے۔ یہودی تنظیمیں جیسے IfNotNow اور Jews for Racial & Economic Justice اس شناخت کو مسترد کرتی ہیں، یہ دعویٰ کرتے ہوئے کہ اسرائیل کی تنقید یہود دشمنی نہیں، بلکہ یہودی اقدار کا دفاع ہے (In These Times، 2024)۔

اسرائیل کی تنقید کو یہود دشمنی کے ساتھ برابر کرنا ایک جدید خون کی تہمت ہے، جو یہودیوں کو غلط طور پر ریاستی جرائم سے جوڑتی ہے اور اختلاف رائے کو دباتی ہے۔ یہ یہودی برادریوں کو خطرے میں ڈالتا ہے، کیونکہ یہ ناراضگی کو فروغ دیتا ہے اور انہیں ایسی پالیسیوں سے جوڑتا ہے جن کی وہ مخالفت کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ الجزیرہ نے نوٹ کیا، "اسرائیل کی جنگ اور قبضے کی تنقید یہود دشمنی نہیں ہے"، لیکن یہ شناخت یہود دشمنی کے حملوں کی شدت کو بڑھانے کا خطرہ رکھتی ہے (الجزیرہ، 2024)۔

نتیجہ

اسرائیل کی اقوام متحدہ میں شمولیت بین الاقوامی قانون اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کی تعمیل کے یقین دہانیوں کے ذریعے حاصل کی گئی، لیکن اس کے اقدامات—توسیع پسندانہ بستیاں، نسل کشی کی پالیسیاں، اور ICJ کے فیصلوں کی مخالفت—بدنیتی کو ظاہر کرتے ہیں۔ عام قانون کے ساتھ مشابہت سے، یہ خلاف ورزی اس کی رکنیت کو باطل کر سکتی ہے، حالانکہ بین الاقوامی قانون کے میکانزم سیاسی رکاوٹوں کا سامنا کرتے ہیں۔ اسرائیل کی دو ریاستی حل کی تخریب کاری، یہودی احکامات کی خلاف ورزیاں، اور نسل کشی کی تعریفوں کے ساتھ مطابقت اس کی غیر قانونی حیثیت کو اجاگر کرتی ہے۔ فلسطینیوں کو مزاحمت اور خود مختاری کا ناقابل انکار حق حاصل ہے، جبکہ اسرائیل، ایک مقبوضہ طاقت کے طور پر، فلسطینی حقوق کی قیمت پر خود دفاع یا وجود کا دعویٰ کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ اس کی ایک یہودی ریاست کے طور پر غلط نمائندگی دنیا بھر کے یہودیوں کو خطرے میں ڈالتی ہے، جو ایک ایسی مذہب پر سایہ ڈالتی ہے جو انصاف اور رحم میں جڑی ہوئی ہے۔ بین الاقوامی برادری کو فیصلہ کن طور پر عمل کرنا چاہیے تاکہ اسرائیل کو جوابدہ ٹھہرایا جائے، فلسطینیوں کے حقوق کی حفاظت کی جائے، اور بین الاقوامی قانون کی سالمیت کو بحال کیا جائے۔

کلیدی حوالہ جات

- اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی قرارداد 273(III)
- اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی قرارداد 181(II)
- اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی قرارداد 194(III)
- ICJ کا مشاورتی فیصلہ، 2024
- ایمنسٹی انٹرنیشنل ICJ کے فیصلے کی تعمیل پر
- دی گارڈین خطرے میں بچوں پر
- ہیومن رائٹس واچ غزہ پر
- OHCHR نسل کشی کے نتائج پر
- Jewish Currents نسل کشی پر
- الجزیرہ تنقید پر
- مزاحمت کا حق، وکی پیڈیا

- faisalkutty، ایکس پوسٹ، 2024